بسم اللہ الرحمن الرحیم

الأمیر یزید بن معاویة رض

بن ابی سفیان رض

حقائق کی روشنی میں

علمائے امت کے فتوی

جمع وتقدیم

مقصود الحسن فیضی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ الاسلام علامہ امام تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:

علمائے دین رحمہم اللہ ”یزید بن معاویہؓ“ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

کیا وہ صحابی تھا؟ اس شخص کا کیا حکم ہے جو یزید کے صحابی ہونے کا عقیدہ رکھے؟

کیا یزید بن معاویہؓ بھی تھا؟ کیا صحابہ میں کسی کا نام یزید تھا؟

حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے جواب میں تحریر فرمایا:

الحمد للہ رب العالمین

یزید بن معاویہؓ بن ابی سفیانؓ جو اپنے باپ حضرت معاویہ -رضی اللہ عنہ- کے بعد مسلمانوں کا بادشاہ بنا وہ تو صحابی نہ تھا البتہ اسکے چچا یزید بن ابی سفیان -رضی اللہ عنہ- صحابی تھے جسکی تفصیل اسطرح ہے:

ابو سفیان بن حرب کے کئی اولاد تھیں: یزید بن ابی سفیان، معاویہ بن ابی سفیان اور ام حبیبہ ام المومنین رضی اللہ عنہما جو نبی کریم ﷺ کے عقد میں تھیں، یہ اپنے باپ اور دونوں بھائیوں سے بہت پہلے ایمان لائیں، اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کیا اور وہیں اپنے شوہر سے الگ ہوگئیں[1] ان کے چچازاد بھائی حضرت خالد بن سعید -رضی اللہ عنہ- [2] نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ان کی شادی کردی اور نجاشی [3] نے نبی کریم ﷺ کی طرف سے انکی مہر ادا کی۔

---

[2] خالد بن سعید بن العاص الاموی القرشی رضی اللہ عنہ، السابقین الاولین میں آپ کا شمار ہے، آپ نے چار یا پانچ آدمیوں کے بعد ایک خواب سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرلیا تھا، اپنے والد اور بھائیوں کے ظلم وستم سے مجبور ہوکر اپنی بیوی کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کے گئے، خیبر کے سال حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ واپس آئے اور اسکے بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے شام کے شرقی علاقوں پر انھیں امیر لشکر بنا کر بھیجا اور وہیں پر مرج الصفر یا اجنادین کی جنگ میں ۱۳ھ یا ۱۵ھ میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ۔ الاصابۃ ۱/۴۰۶

[3] اصحمہ بن ابجر نام اور نجاشی لقب ہے، ملک حبشہ کے بادشاہ تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے عہد میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر شرف اسلام ہوئے، لیکن ہجرت نہ کرسکے، حبشہ میں مسلمانوں کی پوری حمایت اور مدد کی، رجب ۹ھ یا اسی سے کچھ پہلے آپکا انتقال ہوا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے آپکی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی جیسا کہ صحیحین میں اسکی تفصیل موجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وفات کے بعد برسہا برس تک آپ کی قبر پر نور اور روشنی رہی۔ جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیرا۔ الاصابۃ ۱/۱۱۷

ابوسفیان کی بیوی کا نام ہند[1] بنت عتبۃ بن ربیعہ تھا، فتح مکہ کے دن ابوسفیان اور انکے بچوں[2] نے اسلام قبول کیا نیز اسی دن قریش کے تمام سردار جیسے سہیل[3] ابن عمرو، ابوجہل کے بھائی حارث[4] بن ہشام، اللہ کے رسول ﷺ کے چچازاد بھائی ابوسفیان[5] بن حارث بن عبدالمطلب اور انکے علاوہ اور بہت سے لوگ اسلام قبول کیئے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اور بعد میں عکرمہ بن ابی جہل[6] اور صفوان بن امیۃ[7] رضی اللہ عنہما وغیرہ بھی مشرف باسلام ہوئے۔ جنگ بدر کے موقعہ پر کفار

---

[1] ہند بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ماں ہیں، فتح مکہ کے دن اسلام لائیں اور سچے دل سے اسلام لائیں، آپکی وفات کے بارے میں مؤرخین مختلف ہیں، بعض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بتلاتے ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت یا اسکے اور کچھ اور بعد آپکا انتقال ہوا، رضی اللہ عنہا۔ الاصابہ ۴/۴۱۰

[2] عام طور پر مورخین کا خیال ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے والدین کے ساتھ فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا، لیکن بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے پہلے اور صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لا چکے تھے چنانچہ خود انہی کا بیان ہے: ''ہم نے اللہ کے رسول ﷺ کا بال قینچی سے مروہ پر کاٹا تھا''۔
مسند احمد ۴/۹۲، سنن ابوداود ۱۸۰۲ المناسک، یہی روایت بخاری شریف وغیرہ میں بھی موجود ہے لیکن اسمیں مروہ کا ذکر نہیں ہے۔ البخاری ۱۷۳۰ مسلم: ۱۲۴۲ الحج
اور ظاہر ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر اللہ کے رسول ﷺ نے مروہ پر نہیں بلکہ منیٰ میں حلق کرایا تھا، جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع سے قبل اس وقت کا ہے جب آپ ﷺ نے ۸ھ ذوالقعدۃ کے مہینے میں عمرۃ القضا کیا تھا۔ اسی لئے امام نووی رحمہ اللہ وغیرہ کا خیال ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل اسلام لا چکے تھے لیکن اپنی قوم کے خوف سے اسکا اظہار فتح مکہ کے موقعہ پر کیا۔ واللہ اعلم فتح الباری ۳/۵۶۵، نیل الأوطار ۵/۱۲۲، ۱۲۳، تعلیق علی المنتقیٰ ۲۵۷، ۲۵۸۔

[3] سہیل بن عمرو بن عبد الشمس رضی اللہ عنہ خطیب قریش کے نام سے مشہور تھے، آپ قریش کے ان چیدہ لوگوں میں سے تھے جن پر قبیلہ قریش کو فخر تھا، صلح حدیبیہ کے موقعہ پر قریش کی طرف سے مصالحت کی گفتگو آپ ہی کے سپرد تھی، فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے، اسلام لانے کے بعد نماز و روزہ اور صدقہ و خیرات کی طرف کثرت سے مائل تھے، زندگی پھر قبول اسلام میں تاخیر کا قلق شدت سے تھا، چنانچہ اسکے کفارے کیلئے اپنی بیٹی ہند اور پوتی فاختہ بنت عتبہ کے علاوہ پورے اہل وعیال کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کیلئے شام کی طرف نکلے اور وہیں پر سارے اہل وعیال کے ساتھ ۱۸ھ طاعون عمواس میں انتقال کر گئے، بعض مورخین کا خیال ہے کہ جنگ یرموک ۱۵ھ میں شہید ہوئے۔ الاصابہ ۲/۹۲، ۹۳، الاستیعاب ۲/۱۰۹، ۱۱۱

[4] حارث بن ہشام بن المغیرۃ القرشی آپکا شمار قریش کے ان چند سرداروں میں ہے جنکا ذکر شعراء اپنے اشعار میں کیا کرتے تھے، فتح مکہ کے موقعہ پر شرف با سلام ہوئے، اسلام لانے کے بعد کوئی غیر معقول حرکت ان سے ظاہر نہیں ہوئی، جب اللہ کے راہ میں جہاد کیلئے مکہ کو خیر باد کہا تو اہل مکہ اپنے سردار کے فراق میں رو پڑے، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ سفر اللہ کی جانب ہے لہذا اس پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا، چنانچہ جہاد کے لئے شام کی طرف چلے گئے اور وہیں ۱۸ھ میں انتقال ہوا، بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ جنگ یرموک ۱۵ھ میں شہید ہوئے۔ الاستیعاب ۱/۳۰۸، ۳۰۹، الاصابۃ ۱/۲۹۳

[5] ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، اللہ کے رسول ﷺ کے چچازاد اور رضاعی بھائی ہیں، اپ کو اللہ کے رسول ﷺ سے شکل و صورت میں کافی مشابہت تھی، آپکا نام مغیرۃ بتایا جاتا ہے، فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ غزوۂ حنین میں شریک ہوئے اور اس جنگ میں اس وقت جب سب لوگوں کے قدم اکھڑ گئے، آپ اللہ کے رسول ﷺ کے اونٹنی کی نکیل پکڑے اپنی جگہ جمے رہے، اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کے بارے میں فرمایا: ''ابوسفیان جنت کے جوانوں کے سردار ہیں''۔ وفات کے وقت گھر والوں سے کہا تھا کہ ''میرے مرنے پر رونا نہیں کیونکہ اسلام لانے کے بعد ہم نے کوئی گناہ کا کام نہیں کیا ہے''، آپ کا انتقال ۱۵ھ یا ۲۰ھ میں ہوا۔
الاصابۃ ۴/۹۰، ۹۱، الاستیعاب ۴/۸۴، ۸۵

[6] عکرمہ بن ابوجہل بن ہشام بن مغیرۃ رضی اللہ عنہ، فتح مکہ سے پہلے تک اپنے باپ کی طرح اللہ کے رسول ﷺ کے سخت دشمنوں میں تھے۔ فتح مکہ کے دن حل و حرم میں جن چار مردوں اور عورتوں کے قتل کی اجازت اللہ کے رسول ﷺ نے دی تھی ان میں ایک آپ بھی تھے، اسلئے مکہ سے یمن کی طرف بھاگ گئے۔ آپ کی بیوی اور چچازاد بہن ام حکیم رضی اللہ عنہا نے رسول ﷺ سے آپ کیلئے امن چاہا اور اپنے شوہر کو بلانے کیلئے یمن گئیں، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ یمن سے واپس آکر اسلام لائے اور اسکے بعد جہاد اسلامی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، عہد فاروقی ۱۵ھ اجنادین کی جنگ میں شہید ہوئے، بعض مورخین نے آپ کی شہادت غزوہ مرج الصفر بتلائی ہے۔ الاصابہ ۲/۴۸۹، ۴۹۰

[7] صفوان بن امیۃ بن خلف بن وہب رضی اللہ عنہ۔ کفار کے ان دس سرداروں میں سے تھے جنھیں زمانہ جاہلیت میں سب سے زیادہ افضل واشرف سمجھا جاتا تھا، فتح مکہ کے بعد اسلام لائے ۳۱ھ یا ۴۲ھ میں مکہ مکرمہ میں آپ کا انتقال ہوا۔ الاصابہ ۲/۱۸۱

قریش کے اکابر جب قتل ہوگئے تو انکے بعد یہی مذکورہ حضرات قریش مکہ کے سرغنہ اور سردار تھے، اسلام لانے سے پہلے کافر اور اللہ کے رسول کے خلاف لڑائی کرنے والوں میں سے تھے۔ ان حضرات نے غزوۂ احد اور احزاب میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کی لیکن جب مکہ فتح ہوا تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان پر احسان کرکے سبھی حضرات کو معاف اور آزاد کردیا، اسی لئے انکا لقب ''طلقا[1]'' پڑ گیا، فتح مکہ کے موقعہ پر آپ ﷺ نے بیت اللہ کے دونوں بازو پکڑ کر فرمایا تھا ''اب تم کیا کہتے ہو''؟

تمام لوگوں نے ایک زبان ہوکر کہا: ہم کہتے ہیں ''**آپ اچھے بھائی اور چچا کے اچھے لڑکے ہیں**''۔

آپ ﷺ نے فرمایا ''ہم تم سے وہی کہتے ہیں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا [لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو أرحم الراحمین] ''آج تم پر کوئی الزام نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے''۔

ابوسفیان -رضی اللہ عنہ- نے نبی کریم ﷺ کے مکہ داخل ہونے سے پہلے ''مرظہران''[2] ہی کے مقام پر اسلام قبول کرلیا تھا، جبکہ عکرمہ نبی کریم ﷺ کے خوف سے یمن بھاگ گئے تھے، پھر واپس آکر اسلام قبول کیا، اور صفوان وغیرہ غزوۂ حنین میں بھی حالت کفر ہی میں شریک ہوئے اور بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

فتح مکہ کے سال عام طور پر جن لوگوں نے بھی اسلام قبول کیا ان سبھی حضرات کا اسلام اچھا اور مخلصانہ رہا۔ مثلاً سہیل بن عمرو، عکرمہ بن ابوجہل، یزید بن ابی سفیان، حارث بن ہشام اور ابوسفیان بن حارث وغیرہ۔

کیونکہ یہ سبھی حضرات بعد میں بھی اچھے مسلمانوں میں ثابت ہوئے۔

اللہ کے رسول ﷺ کے انتقال کے بعد جب حضرت ابوبکر الصدیق -رضی اللہ عنہ- خلیفہ ہوئے اور مرتدین وکافرین سے جہاد کیلئے تیاری کی تو شام کے نصاری سے قتال اور فتح شام کیلئے بھی چند امیر و کمانڈر متعین فرمائے جنمیں حضرت معاویۃ -رضی اللہ عنہ- کے بھائی اور یزید بن معاویۃ کے چچا یزید بن ابی سفیان بھی تھے، انکے علاوہ خالد بن الولید[3] اور عمرو بن العاص[4] اور شرحبیل بن حسنۃ کو بھی امیر متعین فرمایا۔ یہ سبھی حضرات صحابی تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

---

[1] یعنی آزاد کئے گئے یا چھوڑے ہوئے لوگ۔

[2] مکہ مکرمہ سے قریب مغرب کی سمت تقریباً ۲۵ کلومیٹر کی دوری پر واقع ایک پہاڑی کا نام ''مر'' اور اسی جگہ ایک وادی کا نام ''ظہران'' ہے اسی مناسبت سے اس جگہ کا نام ''مرظہران'' پڑ گیا۔ آج کل اسے وادي فاطمہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ تاج العروس [ظ ھ ر]

[3] خالد بن ولید بن مغیرہ رضی اللہ عنہ، کنیت ابوسلیمان ہے۔ آپکو اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے ''سیف اللہ'' کا لقب ملا تھا، صلح الحدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی وقفہ تقریباً ۷ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے، مرتدین کے خلاف جہاد اور دوسری بہت سی فتوحات میں اسلامی فوج کے کمانڈر رہے۔ ۲۱ھ یا ۲۲ھ میں آپکا انتقال ہوا۔ التقریب ۲۱۹/۱

[4] عمرو بن العاص بن وائل بن ہشام القرشی السہمی رضی اللہ عنہ، کنیت ابوعبداللہ اور ابومحمد ہے، حدیبیہ کے سال یا اس سے قبل اسلام قبول کئے، آپ کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''تمام لوگ تو اسلام لائے اور عمرو بن عاص ایمان لائے ہیں'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں مصر فتح کیا اور فاتح مصر کے نام سے مشہور ہوئے، ۴۳ھ یا اسکے کچھ بعد آپکا انتقال ہوا۔ الاصابۃ ۲/۳/۳

[5] شرحبیل بن عبداللہ بن مطاع الکندی رضی اللہ عنہ، شرحبیل بن حسنہ سے مشہور رہیں، حسنہ آپکی والدہ یا مربیہ ہیں، ہجرت حبشہ سے قبل اسلام لائے اور حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپکو شام میں جہاد کیلئے امیر لشکر بنا کر بھیجا اور پھر بعد میں شام کے ایک چوتھائی حصے کے گورنر بنا دیا، طاعون عمواس ۱۸ھ میں شام ہی کے اندر انتقال ہوا رضی اللہ عنہ۔ الاصابۃ ۲/۲۴۵، ۲۴۲، التقریب ۳۴۹/۱

جب یزید بن ابی سفیان -رضی اللہ عنہ- کو حضرت صدیق -رضی اللہ عنہ- نے شام کے ایک حصے کی قیادت سونپ کر بھیجا تو ان کی سواری کے ساتھ آپ -رضی اللہ عنہ- کچھ دور پیدل چلے اور وہ وصیت فرمائی جو علماء کے نزدیک معروف ہے۔ امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ، امام ابو حنیفہؒ وغیرہ نے اسے نقل کیا اور جہاد کے معاملے میں فقہاء وعلماء نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔

چنانچہ موطا میں یحیی بن سعید سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر الصدیق -رضی اللہ عنہ- نے شام کے طرف ایک لشکر بھیجا جس پر یزید بن ابی سفیان -رضی اللہ عنہ- کو امیر مقرر فرمایا، حضرت یزید بن ابی سفیان [جو شام کے ایک چوتھائی حصہ کے امیر تھے] کے ساتھ انھیں رخصت کرنے کیلئے آپ پیدل نکلے۔ راویوں کا خیال ہے کہ یزید -رضی اللہ عنہ- نے حضرت صدیق -رضی اللہ عنہ- سے فرمایا: یا تو آپ سوار ہو جائیں یا میں اتر آؤں؟ حضرت صدیق -رضی اللہ عنہ- نے فرمایا: نہ تو تم اترو گے اور نہ میں سوار ہوں گا، بلکہ میں اپنے ان نشانات قدم کو اللہ کی راہ میں جہاد کا ایک حصہ سمجھتا ہوں۔

پھر فرمایا: تم کچھ ایسے لوگوں کو پاؤ گے جنھوں نے اپنے آپ کو اللہ کی عبادت کیلئے وقف کر رکھا ہے، جب تک وہ اپنے آپ کو الگ رکھیں ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔

انکے علاوہ کچھ ایسے لوگ بھی ملیں گے جنھوں نے اپنے سر کے بیچ کے حصے کو مونڈ رکھا ہوگا، ایسے لوگوں کو قتل کر دینا، اسکے علاوہ میں تمھیں دس چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔

۱- کسی عورت، ۲- بچے، ۳- اور عمر سیدہ شخص کو قتل نہ کرنا، ۴- پھل دار درخت نہ کاٹنا، ۵- کسی آبادی کو نہ اجاڑنا، ۶- کسی بکری، ۷- اور اونٹ وغیرہ کو کھانے کے مقصد کے علاوہ ذبح نہ کرنا، ۸- کھجور کے درخت کو نہ تو کاٹنا اور نہ ہی اسے پانی میں ڈبونا، ۹- بزدلی نہ دکھلانا، ۱۰- اور خیانت نہ کرنا۔[1]

اسکے علاوہ اور بھی بہت سی وصیتیں فرمائیں:

یہ یزید جنھیں حضرت ابو بکر -رضی اللہ عنہ- نے امیر بنایا تھا وہ صحابی اور ایک بہت ہی اچھے مسلمان تھے: وہ ایک مرد صالح اور مسلمانوں کے نزدیک اپنے والد ابو سفیان اور بھائی حضرت معاویہ -رضی اللہ عنہ- سے بھی افضل ہیں۔

حضرت ابو بکر وعمر -رضی اللہ عنہما- کی خلافت میں جب مسلمانوں نے شام کے علاقے فتح کر لیا اور حضرت ابو بکر -رضی اللہ عنہ- کے بعد حضرت عمر -رضی اللہ عنہ- خلیفہ ہوئے تو حضرت ابو عبیدۃ بن الجراح -رضی اللہ عنہ-[2]، یزید بن ابی سفیان -رضی اللہ عنہ-، عمرو بن العاص اور شرحبیل بن حسنہ -رضی اللہ عنہما- شام کے علاقے میں حضرت عمر -رضی اللہ عنہ- کے نائب تھے۔

اس وقت شام چار حصوں میں تقسیم تھا:

---

[1] الموطا: ۹۷۳/۲ الجہاد۔

[2] عامر بن عبداللہ بن الجراح القرشی الفہری رضی اللہ عنہ، ابو عبیدہ کنیت ہے اور اسی سے مشہور ہیں، ابتدائے نبوت میں اسلام لائے، اللہ کے رسول ﷺ نے "امین الامۃ" کے لقب اور دخول جنت کی خوشخبری سے نوازا ہے، نبی کریم ﷺ نے یمن وشام کے علاقے میں تبلیغ کے لئے بھیجا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کے علاقے فتح کرنے کیلئے امیر لشکر متعین فرمایا، شام کے اکثر علاقے آپ ہی کے ہاتھ پر فتح ہوئے، طاعون عمواس میں انتقال ہوا۔ الاصابۃ ۲۴۵/۲، ۲۴۶، التقریب ۳۸۸/۱

۱- پہلی چوتھائی فلسطین کا علاقہ تھا، یہ علاقہ بیت المقدس سے لیکر نہر اردن [جسے الشریعۃ بھی کہتے ہیں] تک تھا۔

۲- دوسری چوتھائی اردن کا علاقہ تھا، جو "شریعۃ" سے لیکر عجلون کے اطراف اور دمشق کے مضافات تک پھیلا ہوا تھا۔

۳- تیسرا حصہ دمشق کا تھا۔ ۴- حمص کا۔

اس وقت "سیس" اور شمالی حصہ کا علاقہ حمص کے ساتھ تھا، بعد میں حضرت معاویہ -رضی اللہ عنہ- اور یزید کے زمانے میں شام پانچ حصوں میں بٹ گیا جسمیں "قنسرین" اور "عواصم" کو ایک الگ حصہ قرار دیا گیا۔

مسلمانوں نے سیس اور اسکے اطراف تک شام کا پورا علاقہ فتح کرلیا تھا، نیز قبرص کو بھی فتح کرلیا تھا جسے حضرت معاویہ -رضی اللہ عنہ- نے حضرت عثمان -رضی اللہ عنہ- کے عہد خلافت میں فتح کیا تھا۔

خود اللہ کے رسول ﷺ نے سمندری لڑائیوں [جسمیں فتح قبرص وغیرہ بھی داخل ہے] کی خبر دی تھی اور ام حرام بنت ملحان -رضی اللہ عنہ- [1] کے بارے میں فرمایا تھا کہ وہ اس جنگ میں شریک ہوں گی، چنانچہ ویسا ہی ہوا جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے خبر دی تھی۔

حضرت عمر -رضی اللہ عنہ- کے عہد خلافت میں حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح -رضی اللہ عنہ- کا انتقال ہوگیا اور یزید بن ابوسفیان -رضی اللہ عنہ- ابی انتقال کر گئے۔

جس وقت مسلمان [شام کے علاقوں میں] جہاد کر رہے تھے تو یزید بن ابی سفیان -رضی اللہ عنہ- کے جھنڈا تلے انکے والد ابوسفیان اور بھائی معاویہؓ بھی برسرپیکار تھے، انھیں جنگوں میں حضرت ابوسفیانؓ کی ایک آنکھ بھی جاتی رہی۔

جب عہد فاروقی میں حضرت یزید بن ابی سفیانؓ وفات پاگئے تو حضرت عمرؓ نے انکی جگہ انکے بھائی حضرت معاویہؓ کو شام کے ایک چوتھائی حصے کی امارات سونپ دی۔

حضرت عمر -رضی اللہ عنہ- کی وفات تک حضرت معاویہؓ اپنی اسی امارت پر باقی رہے، آپ ایک بردبار، سخی اور نیک دل امیر تھے، حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد حضرت عثمانؓ نے بھی حضرت معاویہ -رضی اللہ عنہ- کو انکی امارت پر باقی رکھا اور شام کے باقی حصے بھی انھیں کے سپرد کردیا، اسطرح عہد عثمانی میں آپ پورے شام کے گورنر و والی ہوگئے۔

حضرت عثمان -رضی اللہ عنہ- کی خلافت میں حضرت معاویہ -رضی اللہ عنہ- کے یہاں ایک بچے کی پیدائش ہوئی جسکا نام حضرت معاویہ -رضی اللہ عنہ- نے اپنے بھائی کے نام پر "یزید" رکھا، اور یہی یزید جو حضرت عثمان -رضی اللہ عنہ- کے خلافت میں پیدا ہوا اپنے والد حضرت معاویہ -رضی اللہ عنہ- کے بعد اس نے زمام حکومت سنبھالی۔ اسی کی خلافت میں حضرت حسین -رضی اللہ عنہ- شہید کئے گئے اور "حرہ" کا واقعہ پیش آیا۔

---

[1] حضرت ام حرام بنت ملحان بن خالد بن زید الانصاریہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خالہ، حضرت عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بیوی اور اللہ کے رسول ﷺ یا آپکے والد کی رضاعی خالہ ہیں، اللہ کے رسول ﷺ انکی بڑی عزت فرماتے تھے، وہ کبھی کبھی آپکے بال بھی سنوارا کرتی تھیں، آپ ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق قبرص میں اپنی سواری سے گر کر شہید ہوئیں۔ یہ واقعہ ۲۷ھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دور خلافت کا ہے۔ الاصابہ ۴/۴۴۲، الاستیعاب ۴/۴۴۲

یہ یزید نہ تو صحابی ہے اور نہ ہی خلفائے راشدین المھدیین میں اسکا شمار ہے بلکہ بنی امیۃ اور بنی عباس کے دوسرے خلفاء و بادشاہوں کی طرح مسلمانوں کا ایک خلیفۃ ہے۔

یہ تمام کے تمام خلیفہ مسلمان تھے ان میں کوئی بھی کافر نہ تھا، عام مسلمانوں کی طرح ان میں بھی اچھائیاں اور برائیاں موجود تھیں، ان میں بعض بعض کے مقابلے میں سیرت و کردار کے اعتبار سے اچھے اور بہتر تھے، جیسے بنی امیہ کے سلیمان بن عبدالملک [1] [جس نے عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنایا] اور بنو عباس کے مہدی [2] اور مھتدی [3] وغیرہ۔

ان خلفاء میں کچھ ایسے بھی تھے جو طاقت و قوت میں بڑے عظیم اور اوروں کے مقابلے میں دشمنوں پر سخت تھے۔ جیسے عبدالملک بن مروان [4] اور منصور [5]۔

البتہ عمر بن عبدالعزیز [6] تمام مسلمانوں کے نزدیک ان تمام میں سب سے افضل اور بہتر تھے حتی کہ سفیان ثوریؒ [7] کہا کرتے تھے

---

[1] سلیمان بن عبدالملک بن مروان بن الحکم ابو ایوب القرشی رحمہ اللہ، اپنے بھائی ولید بن عبدالملک کے بعد خلیفہ ہوئے اور اپنے بعد عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو مسلمانوں کا خلیفہ متعین کیا، جو آپ کی سب سے اہم نیکیوں میں سے ہے، آپ ایک دیندار، عادل، فصیح اور جہادی سبیل اللہ کو پسند کرنے والے نیک دل خلیفہ تھے، مورخین نے انھیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد تمام خلفائے بنی امیہ میں سب سے افضل اور بہتر تسلیم کیا ہے، دس صفر ۹۹ھ مقام واثق میں آپکا انتقال ہوا، رحمہ اللہ وغفرلہ۔ سیر اعلام النبلاء ۵/۱۱۱، ۱۱۳

[2] ابو عبداللہ محمد بن منصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس العباسی الھاشمی، فارس کے اندر ۱۲۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے باپ ابو جعفر المنصور کے بعد زمام حکومت سنبھالی اور تقریبا دس سال تک حکومت کرنے کے بعد محرم ۱۶۹ھ میں وفات پائی یہ نہایت ہی نیک دل، سخی، رعایا سے محبت کرنے والے منصف مزاج بادشاہ تھے، زنادقہ کے بارے میں انکا رویہ بہت سخت تھا لہو ولعب اور شکار کا شوق کثرت سے تھا اسکے باوجود اللہ کا خوف ہمیشہ دامن گیر رہا اور یہی آپ کی وفات کا سبب بنا رحمہ اللہ وغفرلہ۔

سیر اعلام النبلاء ۷/۴۰۱، ۴۰۳، تاریخ بغداد ۵/۳۹۱

[3] امیر المومنین ابو اسحاق محمد بن الواثق بن المعتصم بن الرشید العباسی الھاشمی رحمہ اللہ، عباسی دور خلافت کے آٹھویں خلیفہ معتصم کے زمانہ میں پیدا ہوئے، نہایت خدا ترس اور منصف مزاج خلیفہ تھے، خلافت و امارت کی تمام خوبیاں آپ میں موجود تھیں لیکن حالات سازگار نہ تھے ۲۹ رجب ۲۵۵ھ مسند خلافت پر بیٹھے۔ تقریبا ایک سال حکومت کے بعد ترک باغیوں کے ہاتھ یہ مرد خدا ترس شہید کردیا گیا۔ اپنی خلافت کی پوری مدت میں آپ نے روزہ رکھا اور حکومت میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نقش قدم پر چلنا چاہا، لیکن منظور ایزدی کچھ اور تھا۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۵۳۵، ۵۴۰، تاریخ بغداد ۳/۳۴۹

[4] عبدالملک بن مروان بن الحکم بن العاص الاموی القرشی رحمہ اللہ، ۲۶ھ عہد عثمانی میں پیدا ہوئے، کبار صحابہ سے علم حاصل کیا، مدینہ کے فقہائے سبعہ میں آپکا شمار ہے، اپنے والد مروان کے بعد خلیفہ ہوئے ہوئے جسکے بعد زندگی میں کافی تغیر پیدا ہوا، حجاج بن یوسف اور اسکا ظلم اسکی سب سے بڑی شہادت ہے، اللہ درگذر فرمائے، شوال ۸۶ھ میں وفات پائی۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۲۴۶، ۲۴۹

[5] ابو جعفر عبداللہ بن محمد بن علی الھاشمی القرشی المنصور رحمہ اللہ، ۹۵ھ یا اس کے آس پاس آپ کی پیدائش ہے، ہیبت و شجاعت، رای و فہم، حزم و سیاست میں اپنی مثال آپ تھے، اپنے بھائی السفاح کے بعد ۱۳۶ھ میں خلیفہ ہوئے، عبدالملک بن مروان کی طرح خلافت سے پہلے بڑے ہی علم دوست اور خدا ترس تھے، لیکن زمام حکومت سنبھالنے کے بعد کافی تبدیلی واقع ہوئی۔ ذی الحجہ ۱۵۸ھ مکہ کے قریب "بئر میمون" کے پاس جب کہ حج کی غرض سے جا رہے تھے انتقال ہوا رحمہ اللہ وغفرلہ۔ سیر اعلام النبلاء ۷/۸۳، ۸۸

[6] عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن الحکم الاموی القرشی رحمہ اللہ، ۶۳ھ میں پیدا ہوئے، تابعین کے طبقۂ ثالثہ سے آپکا تعلق ہے، آپ کی والدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پوتی اور عاصم بن عمر کی بیٹی تھیں، آپ کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں "الامام، الحافظ، العلامۃ، المجتھد، الزاہد، العابد، السید، امیر المومنین حقا"۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد خلفائے بنی امیہ کے سب سے اچھے، بہتر، افضل اور منصف خلیفہ ہیں، جنھوں نے اپنے سے پہلے بادشاہان بنی امیہ کے مظالم و غصب کا خاتمہ کیا اور اس بارے میں اعزاء و اقرباء کے لعنت و ملامت کی مطلق پرواہ نہ کی۔ مقام دیر [شام] رجب ۱۰۱ھ میں تقریبا چالیس سال کی عمر میں اس دار فانی کو خیر باد کہا، رحمہ اللہ وغفرلہ و ارضاہ سیر اعلام النبلاء ۵/۱۱۴، ۱۴۴

[7] سفیان بن سعید بن مسروق ابو عبداللہ الکوفی، اپنے وقت کے امام، فقیہ اور حافظ ہیں، کبار اتباع تابعین میں آپکا شمار ہے ۱۶۱ھ میں ۶۱ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ التقریب ۱/۳۱۱

کہ خلیفہ صرف پانچ ہوئے ہیں، ابوبکر -رضی اللہ عنہ-، عمر -رضی اللہ عنہ-، عثمان -رضی اللہ عنہ- اور علی -رضی اللہ عنہ- اور پانچویں عمر بن عبدالعزیزؒ۔

اور جب "عمرین کی سیرت" کہا جائے تو امام احمد بن حنبل [1] وغیرہ کے نزدیک عمر بن الخطاب -رضی اللہ عنہ- اور عمر بن عبدالعزیز مراد ہوتے ہیں حتی امام احمد بن حنبل نے "عمرین" سے ابوبکر و عمر کو مراد لینے سے انکار کیا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے سنتوں کو زندہ کیا، بدعات کو مٹایا، انصاف کو عام دیا، اپنے خاندان کے اور دوسرے ظالموں کا قلع قمع کیا، ان مغصوبہ مال وجائداد کو واپس کر دیا جسے حجاج بن یوسف [2] وغیرہ نے مسلمانوں سے ظلما لیا تھا، ان بدعتیوں کا خاتمہ کیا جو حضرت علی -رضی اللہ عنہ- کو برا بھلا کہتے تھے: جیسے وہ خوارج جو حضرت علی -رضی اللہ عنہ- اور عثمان -رضی اللہ عنہ- اور انکے حامیوں کی تکفیر کرتے تھے اور منکرین قدر جیسے غیلان [3] قدری وغیرہ اور شیعوں کی جماعت جو فتنے برپا کیا کرتے تھے، غرضیکہ سب کام آپ نے اپنے علم، دینداری اور عدل وانصاف کے ذریعہ کیا۔

البتہ ان کے علاوہ دوسرے خلیفہ علم ودین اور عدل وانصاف میں انکے مرتبے کو نہیں پہنچ سکے، پھر بھی اسمیں کوئی شک نہیں کہ ظاہر وباطن دونوں اعتبار سے وہ سبھی مسلمان تھے کفر ونفاق کسی پر ظاہر نہ تھا، انکے اندر برائیوں کی طرح بہت سی اچھائیاں بھی تھیں، بلکہ انمیں سے کئی ایک بلکہ اکثر کے اندر بہت سی ایسی خوبیاں تھیں جو انکی برائیوں پر غالب ہیں [جنکی وجہ سے اللہ ان پر رحم کرے] البتہ اسکا علم واندازہ یقینی طور پر صرف اللہ کو ہے۔

اور یہ یزید [بن معاویہ] جو بعد میں بادشاہ ہوا وہ پہلا شخص ہے جو اپنے باپ کی خلافت میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا اور امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر -رضی اللہ عنہ- سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: پہلی فوج جو قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوگی اسے بخش دیا گیا ہے [4]۔

اور جس شخص نے یہ کہا کہ یزید بن معاویہ صحابی ہے وہ جھوٹا اور افترا پرداز ہے، پہلے اسے بتلایا جائے کہ یزید بن معاویہ صحابی نہ تھا پھر بھی اگر اپنے قول پر اڑا رہے تو اسے ایسی سخت سزا دی جائے کہ اس وجہ سے اپنے اس قول سے باز رہے۔

---

[1] احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ الشیبانی المرزوی چوتھے امام اور اپنے وقت کے محدث، حافظ، فقیہ ہیں، ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ھ میں ۷۷ سال کی عمر انتقال ہوا۔ التقریب ۱/۲۴

[2] حجاج بن یوسف بن ابی عقیل الثقفی [جزاہ اللہ بما یستحق] ظلم وجور کے بارے میں ضرب المثل اور اسلامی تاریخ کے صفحات پر ایک بدنما داغ ہے، صحابہ وکبار تابعین کا قتل، کعبہ پر منجنیق سے حملہ اور اہل حرمین کی بے حرمتی اسکے نمایاں سیاہ کارنامے ہیں، اسکے باوجود فصاحت وبلاغت میں یکتا اور قرآن کی بہت تعظیم کرتا تھا، رمضان ۹۵ھ میں انتقال ہوا۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۳۴۳، التقریب ۱/۱۵۴

[3] غیلان بن مسلم الدمشقی ابو مروان الکاتب فصاحت وبلاغت میں یکتا اور فرقہ غیلانیہ کا موجد ہے، معبد بن عبداللہ الجہنی کے بعد یہ پہلا شخص ہے جس نے تقدیر کا انکار کیا۔ ابتدا میں حارث بن سعید کذاب جھوٹے نبی کے شاگردوں میں سے تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے انکار تقدیر سے تائب ہوا، لیکن آپ کی وفات کے بعد پھر اپنے مذہب کی اشاعت شروع کردی، اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے امام اوزاعی کے فتوے پر اسے سولی دی، یہ واقعہ ۱۰۵ھ کے بعد کا ہے۔ لسان المیزان ۴/۴۲۴، الأعلام ۵/۳۲۰

[4] یہ شاید حضرت امام رحمہ اللہ کا سہو ہے بخاری وغیرہ میں یہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی نہیں ہے عنقریب اسکی تخریج آرہی ہے۔

اور جو شخص یزید کو نبی مانتا ہے وہ کافر اور مرتد ہے جس سے توبہ کرائی جائے اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔

اور جو اسے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین میں قرار دیتا ہے وہ بھی گمراہ، بدعتی اور جھوٹا ہے، اور جو اسے کافر اور اسکے والد حضرت معاویہ -رضی اللہ عنہ- کو کافر مانتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یزید نے اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کیلئے اور بدر میں مقتول اپنے رشتہ داروں کا بدلہ لینے کیلئے حضرت حسین کو شہید کیا تو وہ شخص بھی جھوٹا اور افترا پرداز ہے۔

اسی طرح یہ بھی جھوٹ ہے جو یہ کہتا ہے کہ جب یزید کے سامنے حضرت حسین کا سر لایا گیا تو اس نے یہ اشعار پڑھے۔

لما بدت تلک الحمول واشرقت　　　تلک الرؤس علی ربی جیرون

نعق الغراب فقلت نح ولا تنح　　　فلقد قضیت من النبی دیونی

اور بعض نے اسطرح پڑھا ہے: من الحسین دیونی

اس طرح جو دیوان شعر اسکی طرف منسوب ہے وہ اکثر جھوٹ اور بہتان ہے، یہود و نصاری وغیرہ دشمنان اسلام نے دنیائے اسلام کو بدنام اور داغدار کرنے کیلئے گھڑ کر اسکے دیوان میں شامل کر دیا ہے۔

یہ دشمنان اسلام تو اس بارے میں بعض ایسی باتیں بیان کرتے ہیں جو سراسر جھوٹ اور بہتان ہے جسطرح یہ کہنا کہ یزید نے حرہ کی شب یہ شعر پڑھا تھا۔

لیت أشیاخی ببدر شهدوا　　　جذع الخزرج من وقع الأسل

قدقتلنا الكبش من اقرانهم　　　وعدلناه ببدر فاعتدل

یہ سب جھوٹ ہے، بلکہ یہ اشعار عبداللہ بن زبعری[1] کے ہیں جنھیں اس نے احد کے موقعہ پر کہا تھا جب مشرکین نے حضرت حمزہ -رضی اللہ عنہ- کو شہید کر دیا تھا۔ اس وقت عبداللہ بن زبعری کافر تھے پھر بعد میں اسلام لائے اور سچے دل سے اسلام لائے اور پھر کچھ اشعار کہے جسمیں اپنے اسلام اور توبہ کا ذکر کیا۔

اس لئے یہ جائز نہیں ہے کہ یزید یا اسکے علاوہ کسی اور کے بارے میں غلو سے کام لیا جاتے اور نہ یہ جائز ہے کہ بغیر جانے بوجھے کسی کے بارے میں غیر منصفانہ بات کہی جائے۔

اور جس نے یہ کہا کہ وہ امام ابن امام ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ اسی طرح والی و خلیفہ بنا جسطرح یکے بعد دیگرے بنی امیہ اور بنی عباسیہ کے دوسرے بادشاہ خلیفہ ہوتے رہے، اس معنی میں یہ قول صحیح ہے۔

---

[1] عبداللہ بن الزبعری بن قیس بن عدی القرشی، شعر قریش کے لقب سے مشہور تھے، اسلام لانے سے پہلے اسلام اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے، فتح مکہ کے موقعہ پر اللہ کے رسول ﷺ کے خوف سے نجران کی سمت بھاگ گئے لیکن بعد میں واپس آ کر اسلام قبول کیا اور معذرت میں اشعار و قصائد کہے۔ یہ مشہور شعر انھیں کا ہے

انی لمعتذر الیك من الذی　　　أسدیت اذ أنا فی الظلام أهیم

فاغفر فداً لك والدي كلاهما　　　ذنبی فانك راحم مرحوم

ترجمہ: جو کچھ ہم نے اپنی جہالت و گمراہی کے ایام میں کیا اسکی لئے آپ سے معذرت خواہ ہوں، میں اور میرے ماں باپ ہم آپ پر قربان جائیں، آپ ہماری غلطیوں کو معاف کر دیں کیونکہ آپ رحم کرنے والے ہیں۔ تقریبا ۱۵ھ میں آنکا انتقال ہے۔　　الاصابہ ۲/۳۰۸، طبقات فحول الشعراء ۱/۲۳۷، ۲۴۲

لیکن اسمیں کوئی ایسا پہلو نہیں ہے جس سے اسکی تعریف وتعظیم اور دوسروں پر فضیلت ظاہر ہو۔

کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر خلیفہ خلیفہ راشد اور ہدایت یافتہ امام ہی ہو، صرف خلیفہ ہو جانے سے نہ تو کوئی انسان لائق ستائش ہے اور نہ ہی اجر وثواب کا مستحق، بلکہ لائق ستائش اور مستحق اجر وثواب اسی وقت ہوگا جب انصاف، سچائی، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، جہاد فی سبیل اللہ اور حدود الٰہی کے قیام وغیرہ جیسی خدمات انجام دے۔

بعینہ اسی طرح اگر ظلم، جھوٹ، برائی کا حکم، بھلائی سے منع، حدود کا عدم قیام، حقوق کا ضیاع اور جہاد فی سبیل اللہ میں کوتاہی جیسے امور کا مرتکب ہے تو وہ برائی اور سزا کا مستحق ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے یزید کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا اس کی حدیثیں لکھی جائیں گی؟ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں، اسمیں کوئی بھلائی نہیں، کیا یہ وہی شخص نہیں ہے، جس نے اھل حرہ کے ساتھ کیا جو کچھ کیا،

ایک بار آپکے لڑکے نے پوچھا کچھ لوگ ہمیں الزام دیتے ہیں کہ ہم یزید سے محبت کرتے ہیں [اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟]، آپ نے فرمایا کیا یزید سے کوئی ایسا شخص بھی محبت رکھتا ہے جسمیں کوئی خیر ہے؟، آپ سے یہ بھی کہا گیا کہ پھر آپ اس پر لعنت کیوں نہیں بھیجتے؟ آپ نے جواب دیا کہ اور تم نے کب اپنے باپ کو کسی پر لعنت بھیجتے ہوئے دیکھا ہے؟

باوجود اسکے یزید نے نہ تو حضرت حسین -رضی اللہ عنہ- کے قتل کرنے کا حکم دیا اور نہ ہی ان کا سر اسکے سامنے پیش کیا گیا اور نہ ہی ان کے دانتوں پر یزید نے اپنی چھڑی لگائی، بلکہ یہ سب کچھ انکے ساتھ عبید اللہ بن زیاد[1] کی طرف سے کیا گیا، جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔

نیز ہی حضرت حسین -رضی اللہ عنہ- کے سر کو دنیا میں گھمایا گیا، نہ ہی آپ کے اہل وعیال میں سے کسی کو قیدی بنایا گیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ حضرات نے ہی نے آپ کے پاس خطوط لکھے اور آپ کے ساتھ دھوکہ کیا، اسی لئے اہل علم صحابہ وتابعین نے آپکو مشورہ دیتے رہے اور نصیحت کرتے رہے کہ کوفیوں کی یہ دعوت قبول نہ کریں، لیکن آپ نے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ کی جانب روانہ کردیا، کوفہ کے اکثر لوگ اپنے خطوط ورسائل اور عہد وپیمان سے پھر گئے یہاں تک کہ حضرت مسلم بن عقیل کو قتل کر دیا گیا۔[اسی پر بس نہیں بلکہ]شیعوں اور کوفیوں کا ایک لشکر عمر بن سعد[2] کی قیادت میں آپ کے مقابلے کے لئے نکلا، اور آپ -رضی اللہ عنہ- کو بھی ظلماً قتل کر دیا[**اللہ نے آپ کو درجہ شہادت سے اسی طرح نوازا جسطرح کہ اس سے قبل آپ کے والد اور دوسرے سرداران امت کو نوازا اور سرخرو کیا ہے**]۔

اس وقت عراق میں دو گروہ تھے ایک گروہ ناصبیوں کا تھا جو حضرت علی -رضی اللہ عنہ- سے کینہ وبغض رکھتا اور آپ کو برا بھلا کہتا، حجاج بن یوسف انھیں لوگوں میں تھا۔

دوسرا گروہ شیعوں کا تھا جو اہل بیت سے محبت کا اظہار کرتا تھا جنکا سردار مختار بن ابی عبید ثقفی[3] تھا۔

---

[1] عبید اللہ بن زیاد بن اُبیہ عظیم فاتح نہایت ہی بہادر اور اپنے وقت کا قادر الکلام خطیب تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۵۳ھ میں اسے خرسان کا گورنر بنایا جسکے بعد کافی فتوحات حاصل کیں، یزید کے زمانے میں حضرت حسین کے خلاف فوج لیکر نکلا جسمیں شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا دلدوز واقعہ پیش آیا، ۶۵ھ میں اہل بصرہ نے یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد اس کے ہاتھ، بیعت کی اور بعد میں قتل کر ڈالا۔ الاعلام ۲۴۷/۴

[2]

[3] مختار بن ابی عبید بن مسعود الثقفی، ہجرت کے سال پیدا ہوا، لیکن اس منحوس کو اللہ کے رسول ﷺ کا دیدار نصیب نہ ہوا، اولا کوفہ میں امارت پھر دم حسین کا بدلہ لینے اور بعد میں نبوت کا دعویدار بنا، حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ۶۷ھ میں کوفہ کے اندر اسے قتل کیا۔ الاصابۃ ۵۱۸/۳

اور مسلم شریف میں حضرت اسماء بنت ابی بکر -رضی اللہ عنہ- سے ثابت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: عنقریب قبیلہ ثقیف میں ایک جھوٹا اور ایک ظالم پیدا ہوگا [1]، چنانچہ جھوٹا تو مختار بن عبید تھا اور ظالم حجاج بن یوسف تھا۔

مختار نے **اولاً** شیعت اور خون حسین ؓ کے بدلہ لینے کا دعوی کیا یہاں تک امیر عبید اللہ بن زیاد کو جس نے حضرت حسین -رضی اللہ عنہ- کے قتل کا حکم دیا تھا، آپ -رضی اللہ عنہ- کا سر اسکے سامنے پیش کیا گیا تھا اور آپکے دانتوں کو اپنی چھڑی سے چھوا تھا، قتل کیا۔ **ثانیاً** مختار نے یہ دعوی کیا کہ اسکے اوپر وحی نازل ہوتی ہے اور جبریل علیہ السلام اسکے پاس آتے ہیں، یہاں تک کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر -رضی اللہ عنہ- [2] نے اسکے مقابلے کیلئے اپنے بھائی مصعب [3] کو بھیجا جنھوں نے اسے اور اسکے بہت سے ساتھیوں کو قتل کردیا، پھر جب عبد الملک بن مروان خلیفہ ہوا تو اس نے مصعب بن زبیر کو قتل کیا۔

اسطرح ناصبی اور شیعہ عاشورا کے دن دو گروپ میں بٹ گئے شیعہ اسے ماتم ونوحہ اور غم واندوہ کا دن قرار دیتے ہیں جبکہ ناصبی اس دن عید جیسی خوشیاں مناتے ہیں۔

یہ سارے کام بدعت وگمراہی ہیں چنانچہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

وہ ہمارے طریقے پر نہیں ہے جو اپنا چہرہ پیٹے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت کی پکار پکارے [4]۔

نیز امام احمد بن حنبل ؒ اپنی مسند میں حضرت فاطمہ بنت حسین سے روایت کرتے ہیں، اور وہ اپنے باپ حضرت حسین -رضی اللہ عنہ- سے روایت کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اگر کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچی اور پرانی ہوجانے کے بعد بھی یاد آنے پر اس نے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھ لیا تو اللہ اسے اتنا ہی اجر دیتا ہے جتنا مصیبت پہنچنے کے دن دیا تھا [5]۔

یہ حدیث جسے حضرت حسین -رضی اللہ عنہ- نے روایت کیا ہے اس امر پر دال ہے کہ گزری ہوئی مصیبت یاد آنے پر سنت یہ ہے کہ ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا جائے۔ لہذا اگر حالیہ مصیبت پر ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھ لیا سنت ہے تو مدتوں گزری ہوئی مصیبت پر اسے پڑھنا بدرجۂ اولی بہتر وسنت ہوگا۔

---

[1] صحیح مسلم: ۲۵۴۵ الفضائل وسنن الترمذی: ۲۲۲۰ الفتن بروایت ابن عمر۔

[2] عبد اللہ بن الزبیر بن العوام بن خویلد رضی اللہ عنہ امیر المومنین القرشی المکی، مدینہ کے اندر مہاجرین کی سب سے پہلی اولاد ہیں، مروان کے خوف سے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ چلے گئے جہاں یزید کی وفات کے بعد اہل مکہ نے انکے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی، نو سال تک خلافت کرتے رہے، ذی الحجہ ۷۳ھ مکہ ہی کے اندر شہید ہوئے۔ التقریب ۱/۴۱۵

[3] مصعب بن زبیر بن العوام القرشی رضی اللہ عنہ، عہد عثمانی ۲۶ھ میں پیدا ہوئے، نہایت بہادر اور بہت ہی خوبصورت تھے، اپنے بھائی کی طرف سے عراق کے گورنر رہے مختار بن ابی عبید جیسے جھوٹے کا خاتمہ آپ کا اہم کارنامہ ہے ۷۲ھ میں چالیس سال کی عمر کو پہنچ کر عبد الملک بن مروان کے ساتھ لڑائی میں مارے گئے۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۱۴۱، ۱۴۲

[4] صحیح البخاری: ۱۲۹۴ الجنائز، صحیح مسلم: ۱۰۳ الایمان بروایت ابن مسعود

[5] سنن ابن ماجہ: ۱۶۰۰ الجنائز البیہقی فی شعب الایمان [المشکوۃ: ۱۷۳۳]

علامہ ناصر الدین البانیؒ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث از حد ضعیف ہے۔ دیکھئے ضعیف الجامع: ۵۴۴۲

واضح رہے کہ بہت سے انبیاء اور نیک صحابہ ظلماً شہید کئے گئے لیکن دین اسلام میں یہ داخل نہیں ہے کہ کسی کے یوم وفات کو ماتم کا دن قرار دیا جائے۔ اسطرح اس دن یوم عید منانا بھی بدعت وگمراہی ہے، یوم عاشوراء سے متعلق روزہ رکھنے کے علاوہ اللہ کے رسول ﷺ سے جو کچھ مروی ہے وہ سب جھوٹ اور من گھڑت ہے۔ جیسے عاشوراء کے دن غسل کرنا، سرمہ لگانا، اور اس دن [کی خاص] نماز سے متعلقہ باتیں [1]، جیسے جو یہ حدیث بیان کی جاتی ہے کہ جو شخص عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر رزق میں کشادگی کرے گا، اللہ تعالی پورے سال اسکی روزی میں وسعت دے گا [2]۔

امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

اسی طرح اس دن کا خاص قسم کا کھانا مثلاً عاشوراء اور کھچڑا، نیز قربانی کے گوشت کو عاشوراء کے دن پکانے کیلئے محفوظ رکھنا، یہ تمام چیزیں ناصبیوں کی ایجاد کردہ بدعتیں ہیں جیسا کہ پہلی چیزیں یعنی ماتم وغیرہ شیعوں کی بدعتیں ہیں۔

اہل سنت کا مقام اسلام میں ایسا ہی جیسا کہ اہل اسلام کا مقام دوسرے ادیان کے مقابلہ میں چنانچہ وہ صحابۂ کرام اور اہل بیت سے محبت رکھتے، میں انکے حق صحبت وقرابت کو اسی طرح مانتے ہیں، جیسا کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے، چنانچہ صحاح وغیرہ کتب حدیث میں مختلف سندوں سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہترین زمانہ وہ ہے جسمیں میری بعثت ہوئی ہے، پھر جو لوگ اسکے بعد ہیں اور پھر جو لوگ اسکے بعد ہیں [3]۔

اور صحیحین [4] میں نبی ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کی عیب جوئی نہ کرو، کیونکہ قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم لوگ احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرو تو بھی کسی صحابی کے ایک مد [5] بلکہ آدھے مد [آدھکلو اور پاؤ کلو جو وغیرہ] کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔

نیز مسلم شریف [6] میں ایک روایت حضرت زید بن ارقم -رضی اللہ عنہ- سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر مکہ اور مدینہ کے درمیان خم نامی ایک تالاب کے پاس خطبہ دیا جسمیں آپ نے ارشاد فرمایا: اے لوگوں میں تمھارے بیچ دو اہم

---

[1] اسکی تفصیل کیلئے دیکھئے الآثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ ص۹۲-۱۰۰

[2] رزین [جامع الاصول: ۲۲۳-۷۹/۵۲۷ء، البیہقی فی شعب الایمان المشکوۃ ۱۹۲۷ء، ۲۰۱/۱، بروایت ابن مسعود وغیرہ جمہور محدثین نے اسے سخت ضعیف فرمایا ہے۔

[3] صحیح البخاری: ۳۶۵۰ الفضائل، صحیح مسلم: ۲۵۳۵ الفضائل، سنن ابوداؤد: ۴۶۵۷ السنۃ، سنن الترمذی: ۲۲۲۱ الفتن، سنن النسائی: ۱۸۰۱۷/۷ بروایت عمران بن الحصین، یہ روایت متعدد صحابہ سے مختلف الفاظ میں مروی ہے حتی کہ امام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ الفرقان میں، حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب الاصابہ کے مقدمۃ میں، حافظ سیوطی اور علامہ عبدالرؤوف مناوی نے فیض القدیر میں اور الکتانی نے اپنی کتاب النظم المتناثر میں اس حدیث کو متواتر بتلایا ہے دیکھئے النظم المتناثر من الحدیث المتواتر ۲۱۰، ۲۱۱۔

[4] صحیح البخاری: ۳۶۷۳ الفضائل، صحیح مسلم: ۲۵۴۱ الفضائل۔ سنن ابوداؤد: ۴۶۵۸ السنۃ، سنن الترمذی: ۳۸۶۰ المناقب، سنن ابن ماجہ: ۱۶۸ المناقب، بروایت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ۔

[5] ایک مد برابر ایک رطل اور تہائی رطل کے ہوتا ہے اور ایک رطل برابر چالیس تولہ کے ہوتا ہے۔

[6] مسلم: ۲۴۰۸ الفضائل، السنۃ لابن ابی عاصم: ۱۵۵۱ وبعدہ، الترمذی: ۳۷۹۰ المناقب مختصراً۔

چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، پہلی چیز قرآن ہے، آپ نے کتاب اللہ کا ذکر فرمایا اور اسپر عمل کیلئے لوگوں کو ابھارا اور ترغیب دی. پھر فرمایا: اور میرے گھر والے، اپنے گھر والوں کے بارے میں تمھیں اللہ تعالی کا واسطہ دلاتا ہوں، اپنے گھر والوں کے بارے میں تمھیں اللہ تعالی کا واسطہ کویا د دلاتا ہوں۔

زید بن ارقم -رضی اللہ عنہ- سے پوچھا گیا کہ ''اہل بیت [1] '' کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام قرار دیا گیا ہے، یعنی ''آل علی''، ''آل عباس''، ''آل جعفر'' اور ''آل عقیل'' ان سے پھر پوچھا گیا کہ کیا یہ سبھی لوگ ''آل بیت'' میں داخل ہیں؟ جواب دیا: ہاں [2] ۔

ان مسائل کی تفصیل اپنی اپنی جگہ مذکور ہے۔

یہاں صرف یہ بتلانا ہے کہ یزید بن معاویہ جو اپنے والد کے بعد مسلمانوں کا خلیفہ ہوا وہ صحابی نہ تھا بلکہ حضرت عثمان -رضی اللہ عنہ- کی عہد خلافت میں پیدا ہوا۔

البتہ اسکے چچا یزید بن ابی سفیان صحابی اور صحابہ کے اچھے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں، اسلام لانے کے بعد انکے بارے میں کوئی ایسی چیز نہیں معلوم ہو سکی جسکی وجہ سے ان پر عیب لگایا جا سکے بلکہ وہ اپنے باپ ابوسفیان اور بھائی معاویہ -رضی اللہ عنہ- سے بھی افضل ہیں۔

پھر جب یزید بن ابی سفیان -رضی اللہ عنہ- کا انتقال ہوا تو حضرت عمر -رضی اللہ عنہ- نے انکی جگہ انکے چھوٹے بھائی حضرت معاویہ -رضی اللہ عنہ- کو شام کا گورنر بنا دیا جو عہد فاروقی اور عہد عثمانی میں اپنی ولایت پر باقی رہے پھر جب شہادت عثمان کا حادثہ پیش آیا تو وہ مشہور فتنہ اٹھا جسمیں حضرت علی -رضی اللہ عنہ- اور انکے ساتھی حضرت معاویہ -رضی اللہ عنہ- اور انکے ساتھیوں کے مقابلے میں حق کے زیادہ قریب تھے۔

چنانچہ صحیح حدیث [3] میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کے اختلاف وفرقت کے بیچ ان سے ایک جماعت الگ ہو جائے گی جس سے دونوں جماعتوں میں سے زیادہ حق والی جماعت قتال کرے گی، چنانچہ خوارج مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہوئے جن سے حضرت علی -رضی اللہ عنہ- اور ان کے ساتھیوں نے قتال کیا۔

پھر جب حضرت علی -رضی اللہ عنہ- شہید کردیئے گئے تو حضرت حسن -رضی اللہ عنہ- نے حضرت معاویہ -رضی اللہ عنہ- سے صلح کر کے خلافت و حکومت انکے حوالے کر دی، یہ حضرت حسن -رضی اللہ عنہ- کی ان فضیلتوں میں سے ایک کا ظہور تھا جسکی پیشین گوئی اللہ کے رسول ﷺ نے کی تھی۔

چنانچہ اس صحیح حدیث میں جسے امام بخاریؒ نے حضرت ابو بکرہ سے روایت کیا ہے، یہ مذکور ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت حسن

---

[1] اہل بیت ہونے کے حقیقی معنوں میں اور اولین درجہ کے مستحق آپ ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں، جیسا سورۂ احزاب آیت ۳۳ سے واضح ہے ﴿وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى وأقمن الصلوة وءآتين الزكاة وأطعن الله ورسوله انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا﴾ [تم اپنے گھروں میں جمی رہو اور زمانہ جاہلیت کی طرح ادھر ادھر پھرتی مت رہو، نمازوں کی پابندی رکھو، زکاۃ دیا کرو اور اللہ ورسول کی اطاعت کرو کیونکہ اللہ یہ چاہتا کہ تم اہل بیت سے گندگی اور خباثت کو دور رکھے]۔ تفسیر اضواء البیان مذکورہ آیت کی تفسیر میں اسکی تفصیل دیکھے

[2] مسلم: ۱۰۶۵ الزکاۃ بیان الخوارج، ابوداؤد: ۴۶۶۷ السنۃ، بروایت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ۔

[3] البخاری: ۲۷۰۴ الفضائل، ابوداؤد: ۴۶۶۲ السنۃ، الترمذی: ۳۷۷۵ المناقب۔

-رضی اللہ عنہ- کے بارے میں فرمایا: میرا یہ بچہ سردار ہے اور عنقریب اللہ تعالی اسکے ذریعہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

حضرت حسن -رضی اللہ عنہ- حضرت معاویہ -رضی اللہ عنہ- کی عہد خلافت ۱ میں وفات پا گئے، پھر جب حضرت معاویہ -رضی اللہ عنہ- ۲ کا انتقال ہوا تو انکا یہی صاحبزادہ یزید خلیفہ بنا۔

حضرت معاویہ -رضی اللہ عنہ- کی وفات کے بعد امت میں وہ فتنے، تفرقے اور بڑے اختلافات شروع ہوئے جسکی خبر اللہ کے رسول ﷺ نے دی تھی، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ نبوت ورحمت رہے گی پھر منہاج نبوت پر خلافت رحمت کا دور آئے گا پھر بادشاہت ورحمت ہوگی اسکے بعد ظالم بادشاہ ہوں گے ۳۔

اسطرح اللہ کے رسول ﷺ کا عہد نبوت ورحمت کا عہد تھا پھر خلفائے راشدین کا دور منہاج نبوت پر خلافت ورحمت کا دور رہا اور حضرت معاویہ -رضی اللہ عنہ- کی حکومت بادشاہت ورحمت تھی اسکے بعد ظالم بادشاہوں کا دور آیا۔

چنانچہ حضرت علی بن ابی طالب -رضی اللہ عنہ- جب صفین سے واپس ہوئے تو فرمایا: معاویہ کو برا بھلا نہ کہو، اسلئے کہ اگر معاویہ کا انتقال ہوا گیا تو تمھیں سر گردنوں سے لڑھکتے نظر آئیں گے ۴، اور ہوا بھی ایسا ہی جیسا کہ حضرت علی -رضی اللہ عنہ- نے فرمایا تھا۔

امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو موسی -رضی اللہ عنہ- سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ستارے آسمان کیلئے امان ہیں اگر آسمان سے تارے ٹوٹ جائیں گے تو آسمان کے ساتھ بھی جو ہونا ہے ہوگا اور میں اپنے صحابہ کے لئے امان ہوں جب میری وفات ہو جائے گی تو ہمارے اصحاب پر جو کچھ مصائب آنے ہیں آئیں گے اور میرے اصحاب میری امت کیلئے امان ہیں جب میرے صحابہ ختم ہو جائیں گے تو میری امت پر جو کچھ آنے والا ہے آئے گا ۵۔

اللہ کے رسول ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق وہ سب کچھ ہو کر رہا جو مقدور تھا۔

اسلئے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ کی وفات ہوئی تو بہت سے لوگ بلکہ اکثر صحرا نشین بدوی قبائل مرتد ہو گئے صرف اہل مدینہ، مکہ اور طائف اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے یہ تینوں حجاز کے وہی مشہور شہر ہیں کہ ہر ایک شہر کیلئے ایک خاص طاغوت وبت تھا جسکی وہ پوجا کیا کرتے تھے یہ وہی بت تھے جنکا ذکر اللہ تعالی نے اس آیت میں کیا ہے: ﴿أفرأيتم اللات والعزى ومناة الثالثة الأخرى، ألكم الذكر وله الأنثى، تلك إذا قسمة ضيزى﴾

---

۱ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات میں شدید اختلاف ہے ۴۴ھ، ۴۹ھ، ۵۰ھ، ۵۸ھ وغیرہ تاریخیں بیان کی جاتی ہیں، اور یہ بھی مشہور ہے کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا واللہ اعلم۔ دیکھئے الاصابہ ۲/۲۳۰

۲ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات رجب ۶۰ھ میں ہے۔

۳ علامہ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان الفاظ میں یہ روایت مجھے کسی کتاب میں نہیں مل سکی البتہ اسکا معنی درج ذیل روایت میں موجود ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: تمھارے اندر نبوت جب تک اللہ نے چاہا رہے گی اور جب اللہ تعالی چاہے گا اسے اٹھا لے گا، پھر خلافت علی منہاج النبوۃ ہوگی اور جب اسے اللہ چاہے گا اٹھا لے گا، پھر سخت قسم کے بادشاہ ہوں گے پھر جب اللہ چاہے گا اس سلسلہ کو ختم کردے گا اسکے بعد ظالم بادشاہوں کا دور آئے گا پھر جب اللہ چاہے گا اسے ختم کردے گا پھر خلافۃ علی منہاج النبوۃ ہوگی، اتنا کہنے کے بعد آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ مسند احمد ۴/۲۷۳، ترتیب مسند الطیالسی: ۲۵۹۳، مسند البزار [المجمع ۵/۱۸۹] بروایت

۴ سیر اعلام النبلاء ۳/۱۴۴، البدایہ ۸/۱۳۱۔

۵ صحیح مسلم: ۲۵۳۱ الفضائل، مسند احمد ۴/۳۹۹۔

[بھلا کیا تم نے لات وعزی اور تیسرے ایک مناۃ کو بھی دیکھا، کیا تمھارے لئے لڑکے اور اللہ کے لئے لڑکیاں ہیں، یہ تو پھر ایک انوکھی تقسیم ہوئی۔]۔ النجم ۱۹،۲۲

''لات'' اہل طائف کا بت تھا۔ اور ''عزی'' مکہ کے لوگوں کا اور مناۃ اہل مدینہ کا، ان کا اور اسطرح کے دوسرے شرک کے اڈوں کا خاتمہ اللہ تبارک وتعالی نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعہ کرا دیا۔

جب وفات رسول کے بعد بہت سے قبیلے اسلام سے مرتد ہوگئے تو اکثر مسلمانوں میں خوف وہراس پیدا ہوا جسکے مقابلہ کے لئے اللہ تبارک وتعالی نے حضرت صدیق اکبر۔رضی اللہ عنہ۔کو تیار کیا اور انکے اندر ایسا ایمان ویقین قوت وتائید اور علم وشجاعت پیدا کردی جس کے ذریعہ سے اللہ تعالی نے اسلام کو قائم رکھا اور مرتدین کا قلعہ قمع کردیا، حتی کہ باقی سب لوگ اسلام کی طرف پلٹ آئے اور مسیلمہ کذاب جو نبوت کا دعوایدار بن بیٹھا تھا قتل کیا گیا اور منکرین زکاۃ نے زکاۃ کی ادائگی کا وعدہ کیا۔

اس فتنے سے نپٹنے کے بعد حضرت صدیقؓ فارس وروم اور نصاری ومجوس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اللہ تبارک وتعالی نے آپ کے دور وخلافت میں بعض فتوحات نصیب فرمائیں، پھر حضرت عمرؓ کی خلافت میں جنگوں اور فتوحات کا سلسلہ عام ہوا انہیں کے عہد خلافت میں پورا شام، مصر، عراق اور خرسان کا بعض علاقہ فتح ہوا۔

پھر حضرت عثمان۔رضی اللہ عنہ۔کے عہد خلافت میں مغرب کا بعض حصہ، پورا خرسان اور قبرص وغیرہ کا علاقہ فتح ہوا، پھر جب آپ شہید کردیئے گئے تو مسلمان آپسی فتنوں میں مشغول ہوگئے اور کافروں سے جہاد اور انکے ممالک فتح کرنے کیلئے انھیں موقعہ نہ مل سکا بلکہ بعض کفار نے جب مسلمانوں کا رخ کیا تو مسلمان انکی دلجوئی پر مجبور ہوئے اور بعضوں کو کچھ لے دے کر خاموش کرنا پڑا۔

پھر جب حضرت معاویہ۔رضی اللہ عنہ۔کے عہد خلافت میں مسلمان دوبارہ متحد ہوئے تو شام وغیرہ کے باقی علاقے فتح ہوئے۔ اسطرح حضرت معاویہ۔رضی اللہ عنہ۔پہلے بادشاہ تھے جنکا عہد ولایت بادشاہت ورحمت تھا۔

پھر حضرت معاویہ۔رضی اللہ عنہ۔کی امارت کے بعد امت مسلمہ کے بیچ فتنوں میں کافی اضافہ ہوا آپ کی وفات ۶۰ھ میں ہے، اور آپ سے پہلے حضرت عائشہ [1]، حسن بن علی [2]، سعد بن ابی وقاص [3]، ابوھریرۃ [4]، اور زید بن ثابت [5] رضی اللہ عنھم وغیرہ بڑے

---

[1] عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا بلاشبہ تمام عورتوں میں سب سے افضل، سب سے زیادہ فقیہ اور ازواج مطہرات میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ سب سے افضل ہیں، تمام ازواج مطہرات میں اللہ کے رسول کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ ۵۷ھ میں آپ کی وفات ہے۔

[2] حسن بن علی بن ابی طالب اللہ کے رسول ﷺ کے نواسے اور پھول ہونے کا شرف حاصل ہے، ۵۰ھ میں مشہور ہے کہ زہر دیکر آپ کو شہید کیا گیا۔

[3] سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ابو اسحاق الزھری اللہ کے راستے میں سب سے پہلے تیر چلانے کا شرف حاصل ہے، یہ ان دس عظیم صحابہ میں سے ایک ہیں جنھیں دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی گئی، وفات کے اعتبار سے آپ ان دسوں میں آخری ہیں، ۵۵ھ میں وفات پائی۔

[4] ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ عبد الرحمن بن صخر الدوسی نام ہے ایک جلیل القدر اور احادیث رسول ﷺ کے سب سے بڑے حافظ صحابی ہیں ۵۷ھ یا ۵۹ھ میں وفات پائی۔

[5] زید بن ثابت بن الضحاک الانصاری رضی اللہ عنہ ابو سعید اور ابو خارجہ کنیت ہے مشہور صحابی اور کاتبین وحی میں سے ہیں، صحابہ کرام میں علم فرائض کے سب سے زیادہ دانا ہونے اور عہد صدیقی میں جمع قران اور عہد عثمانی میں نسخ قران کا شرف حاصل ہے، ۴۵ھ یا اسکے بعد آپکی وفات ہے۔

بڑے صحابہ اس دارفانی سے رخصت ہو چکے تھے پھر حضرت معاویہ کے بعد حضرت ابن عمر [1] ، ابن عباس [2] ، ابوسعید خدری [3] رضی اللہ عنہم جیسے علماء صحابہ بھی وفات پا گئے۔

چنانچہ صحابہ کرام کے بعد ان بدعات وفتن کا ظہور ہوا جنکی پیشین گوئی حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمائی تھی۔

جب حضرت ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں مسلمان آپس میں متفق تھے تو اہل بدعات وخرافات اور اہل فجور کا ظہور نہ تھا لیکن حضرت عثمان -رضی اللہ عنہ- کی شہادت کے بعد جب مسلمان آپسی اختلاف میں پڑ گئے تو اہل بدع وخرافات اور اہل فجور ظاہر ہوئے ،اسی وقت خارجی ظاہر ہوئے جنھوں نے حضرت علی، عثمان رضی اللہ عنہما اور انکے موافقین کو کافر قرار دیا یہاں تک کہ ان سے حضرت علی -رضی اللہ عنہ- نے اللہ ورسول کی اطاعت اور جہاد فی سبیل اللہ کے جذبے سے جہاد کیا بلکہ تمام صحابہ کا ان سے قتال پر اتفاق تھا، جنگ جمل وصفین کی طرح اس بارے میں کسی صحابی کا کوئی اختلاف نہ تھا۔ خارجیوں سے متعلق اللہ کے رسول ﷺ سے دس سے زیادہ صحیح حدیثیں وارد ہیں جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ نے بیان کیا ہے، ان حدیثوں کو امام مسلم نے روایت کیا ہے نیز امام بخاری نے بھی متعدد سند سے خوارج سے متعلقہ حدیثوں کی روایت کی ہے [4] ۔

اسی زمانے میں شیعہ بھی ظاہر ہوئے ان میں سے بعض حضرت علی -رضی اللہ عنہ- کو حضرت ابوبکر وعمر -رضی اللہ عنہما- پر فوقیت دیتے تھے اور بعض کا اعتقاد یہ تھا کہ حضرت علی -رضی اللہ عنہ- امام معصوم ہیں جنکی خلافت وامامت پر اللہ کے رسول ﷺ نے نص صریح فرمایا ہے لیکن مسلمان خلفاء نے ظلما ان کا حق غصب کر لیا اور شیعوں کے بعض غالی فرقے نے تو یہ عقیدہ رکھا کہ حضرت علیؓ نبی یا الہ ہیں۔

یہ غالی فرقہ باتفاق مسلمین کافر ہے کیونکہ جو کسی نبی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا کہ وہ الہ ہیں جیسے حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کا عقیدہ یا یہی عقیدہ کسی صحابی کے بارے میں رکھا جیسے علی بن ابی طالبؓ کے بارے میں یا کسی شیخ کے بارے میں جیسے شیخ عدی کے بارے میں کہ وہ الہ ہیں [5] ، اسی طرح اگر انکے اندر کسی ایسی خاصیت کا اعتقاد رکھا جو ذات باری کے لئے خاص ہے تو وہ بھی کافر ہے، اس سے توبہ کرائی جائے اگر توبہ کر لے تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔

خود حضرت علی -رضی اللہ عنہ- نے شیعہ کے تینوں فرقوں کو سزا دی، چنانچہ جو آپ کی الوہیت کا عقیدہ رکھتا تھا اس کے افراد کو آگ میں جلایا

---

[1] عبداللہ بن عمر بن الخطاب العدوی رضی اللہ عنہما کنیت ابوعبدالرحمن ہے السابقون الاولون [سب سے پہلے ایمان لانے والے صحابہ] میں آپ کا شمار ہے، اتباع سنت کا جوجذبہ آپ میں تھا وہ کہیں دوسری جگہ مشکل سے ملتا ہے، ۷۳ھ میں آپ کی وفات ہے۔

[2] عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ھاشم رضی اللہ عنہ، اللہ کے رسول ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں، ہجرت سے تقریبا تین سال پہلے پیدا ہوئے حبر الامۃ اور بحر العلم کے لقب سے ملقب ہیں، حضرت معصوم ﷺ کی طرف سے فہم قرآن کی دعا کا شرف ہے، ۶۸ھ میں طائف کے اندر آپ کا انتقال ہوا۔

[3] سعد بن مالک بن سنان الانصاری رضی اللہ عنہ ابوسعید کنیت ہے اور اسی سے مشہور ہیں، فقہائے صحابہ میں آپ کا شمار ہے، احد کے بعد ہر غزوہ میں شریک رہے ۷۴ھ یا اسکے بعد مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہے۔

[4] دیکھئے البخاری: ۵۰۵۷ فضائل القرآن، مسلم: ۱۰۶۴،۱۰۶۶ الزکاۃ نیز الجامع الاصول: ۱۰/۷۳، ۹۲، والبدایۃ والنھایۃ ۷/۲۹۶، ۳۱۰۔

[5] عدی بن مسافر بن اسماعیل الہکاری، مروان بن الحکم کی نسل سے ہیں، نہایت ہی نیک اور صالح بزرگ تھے آپ کی وفات کے بعد بدعتیوں نے آپ کی طرف بہت سی خرافات کو منسوب کیں، ایک باطل فرقہ [فرقہ عدویہ] آپ ہی کی طرف منسوب ہے ۵۵۷ھ میں انتقال ہوا۔

،اسی طرح جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ ابن سبا حضرت ابوبکر وعمر -رضی اللہ عنہما- کو رگالی دیتا ہے تو اسے قتل کرنا چاہا لیکن وہاں سے وہ فرار ہو گیا ۔اور آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ اگر کسی ایسے شخص کو میرے پاس لایا گیا جو حضرت ابوبکر وعمر -رضی اللہ عنہما- پر مجھے فوقیت دیتا ہے تو اسے تہمت لگانے کی سزا دوں گا [1]، اور یہ تو آپ سے متواتر طور پر مروی ہے کہ: نبی ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے افضل ابوبکر وعمر -رضی اللہ عنہما- ہیں [2] ۔

اسی لئے آپ کے ساتھ جو شیعہ تھے وہ سب اس امر پر متفق تھے کہ حضرت ابوبکر وعمر -رضی اللہ عنہما- حضرت علی -رضی اللہ عنہ- سے افضل تھے۔

پھر صحابہ کے آخری عہد میں مرجئہ وقدریہ اور تابعین کے آخری عہد میں جہمیہ کا ظہور رہوا، خلاصہ یہ کہ فتنے اور بدعتیں اس وقت ظاہر ہوئیں جب صحابہ رضی اللہ عنھم کے آثار مندمل ہو گئے اسلئے کہ وہ لوگ اس امت کے سب بہتر عہد اور سب سے افضل جماعت ہیں رضی اللہ عنھم وارضاھم۔

والحمد للہ وحدہ وصلی اللہ علی محمد وآلہ وصحبہ وسلم تسلیما ۔

---

[1] السنۃ لابن ابی عاصم ۲/۵۷۵ رقم ۱۲۱۹.

[2] دیکھئے السنۃ لابن ابی عاصم ۱۲۰۰ تا ۱۲۱۰/۲، ۵۶۹ ،۵۷۲ تحقیق الشیخ الالبانی.

اس فتوی کے علاوہ بھی شیخ الاسلامؒ نے مختلف جگہ اس بحث کو ضمناً و مستقلاً، اجمالاً و تفصیلاً چھیڑا ہے اور اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے مثلاً دیکھئے مجموع الفتاوی ج ۴/۴۰۹ ، ۴۱۴ اور ۴/۴۸۱ اور اسکے بعد اور منہاج السنۃ اور اسکا اختصار۔

اتماماللفائدۃ مجموعہ فتاوی سے ہم یہاں چند اقتباس نقل کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام مجموعۃ الفتاوی ۴/۴۰۹ پر الصحابہ والقرابہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

چونکہ رافضہ صحابہ کرام کو گالیاں دیا کرتے تھے اسلیئے علماء نے صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے والے کو سزا دینے کا فتوی دیا، بعد میں رافضہ نے صحابہ کو نہ صرف گالیاں ہی بلکہ انکی تکفیر شروع کردی اور بہت سی غلط باتیں انکی طرف منسوب کیں جنکا حکم اس سے قبل بیان ہو چکا ہے۔

اس وقت تک کوئی بھی یزید بن معاویہ کے بارے میں گفتگو نہ کرتا تھا اور نہ ہی اس بارے میں گفتگو دین میں داخل ہے، پھر اسکے بعد دوسری بہت سی چیزیں اس سلسلے میں ظاہر ہوئیں جسکے نتیجے میں ایک جماعت نے یزید بن معاویہ پر لعنت و ملامت شروع کردی شاید انکا مقصد اس ذریعہ سے دوسروں کی لعنت و ملامت کا جواز پیدا کرنا رہا ہو، لیکن چونکہ اہل سنت نے کسی کو خاصکر ملامت کرنا ناپسند کیا ہے اسلیئے بعض وہ حضرات جو اہل سنت والجماعت میں سے ہونے کے دعویدار تھے یہ سمجھ بیٹھے کہ وہ یعنی یزید بڑا نیک اور ہدایت یافتہ اماموں میں سے تھا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں طرف سے غالی حضرات دو متضاد راستہ اختیار کرلئے۔ کچھ لوگ یہ کہنے لگے کہ وہ کافر زندیق تھا، اللہ کے رسول ﷺ کے نواسہ کو شہید، انصار اور اولاد انصار کا قتل صرف اپنے اہل خاندان کے قتل کا بدلہ لینے کیلیئے کیا جو کفر کی حالت میں قتل ہوئے تھے جیسے اسکے نانا عتبہ بن ربیعہ اور ماموں ولید وغیرہ۔ اور اسکے بارے میں یہاں تک بھی بیان کیا کہ وہ شراب اور فواحش کا ارتکاب کھلے عام کرتا تھا۔

کچھ لوگوں نے یہ عقیدہ رکھا کہ وہ ہدایت یافتہ امام عادل تھا اور یہ کہ وہ صحابی بلکہ اکابر صحابہ میں تھا نیز یہ کہ وہ اللہ تعالی کا ولی تھا اور بعض نے تو یہ عقیدہ رکھا کہ وہ نبی تھا، اور یہاں تک کہہ گئے کہ جو یزید کی نبوت کے بارے میں توقف سے کام لے اللہ تعالی اسے جہنم کی آگ پر کھڑا کریگا الخ۔

اسکے چند سطر بعد حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

یزید بن معاویہ کے بارے میں جانبین سے یہ غلو و زیادتی اجماع اہل علم و ایمان کے خلاف ہے کیونکہ یزید بن معاویہ کی ولادت حضرت عثمان بن عفانؓ کے عہد میں ہے، باتفاق علماء نہ تو وہ صحابی ہے اور نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ کا زمانہ پایا ہے

اور نہ ہی دین و صلاح کے ساتھ مشہور تھا بلکہ وہ مسلمان جوانوں میں سے ایک جوان تھا، نہ ہی کافر تھا اور نہ ہی زندیق، اپنے باپ کے بعد بعض مسلمانوں کی رضامندی اور بعض کی عدم رضا سے وہ مسلمانوں کا خلیفہ بنا، اسکے اندر شجاعت دلیری اور کرم و سخاوت جیسی خوبیاں تھیں وہ علی الاعلان برائیوں کا ارتکاب کرنے والا نہ تھا جیسا کہ اسکے مخالفین نے بیان کیا ہے۔

البتہ اسکے عہد میں چند عظیم حادثات پیش آئے:

۱- حضرت حسین -رضی اللہ عنہ- کی شہادت: لیکن اس نے نہ تو قتل حسین -رضی اللہ عنہ- کا حکم دیا اور نہ ہی اس پر خوش ہوا، نہ ہی آپ کے دانتوں پر اپنی چھڑی لگائی اور نہ ہی آپ کا سر اسکے سامنے شام لایا گیا، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس نے حضرت حسین -رضی اللہ عنہ- کو روکنے اور [کوفہ میں داخلہ سے] منع کرنے کا حکم دیا خواہ اسکے لئے لڑائی ہی کیوں نہ کرنی پڑے، البتہ اسکے گورنر نے اس حکم سے ناجائز فائدہ اٹھایا، اور شمر ذی الجوشن نے عبید اللہ بن زیاد کو انکے قتل پر ابھارا چنانچہ عبید اللہ نے آپ کے بارے میں زیادتی سے کام لیا جبکہ حضرت حسین -رضی اللہ عنہ- نے اس سے [تین چیزوں کا] مطالبہ کرتے رہے؛ [اولا] یہ کہ انہیں یزید کے پاس جانے یا جاتے؛ [ثانیا] انہیں چھوڑ دیا جاتے تاکہ کسی سرحدی علاقے میں جا کر اپنی زندگی کے باقی ایام گزار دیں؛ [ثالثا] یہ کہ وہ مکہ مکرمہ واپس چلے جائیں۔

لیکن عبید اللہ بن زیاد اور اسکی فوج نے انھیں قید کرنے پر اصرار کیا، اور عمر بن سعد کو آپ سے لڑائی کا حکم دیا جسکے نتیجے آپ اور آپ کے خاندان کی ایک جماعت ظلما شہید کر دی گئی۔

۲- حضرت حسین -رضی اللہ عنہ- کی شہادت ایک عظیم مصیبت تھی کیونکہ شہادت حسین -رضی اللہ عنہ- اور شہادت عثمان -رضی اللہ عنہ- اس امت میں پیدا ہونے والے فتنوں کے اہم اسباب ہیں اسی طرح ان دونوں بزرگوں کو شہید کرنے والے لوگ اللہ کے نزدیک بدترین لوگوں میں سے ہیں۔

نیز جب حضرت حسین -رضی اللہ عنہ- کے بال بچے یزید کے پاس پہونچے تو اس نے انکی تعظیم وتکریم کی اور باعزت طریقے سے انہیں مدینہ پہنچا دیا، اور یہ بھی روایت ہے کہ اس نے حضرت حسین کے قتل پر عبید اللہ بن زیاد کو لعن وطعن بھی کیا اور کہا کہ میں اہل عراق کی کی بیعت پر قتل حسین کے بغیر راضی تھا۔

لیکن اسکے باوجود نہ تو اس نے قتل حسین -رضی اللہ عنہ- پر ناراضگی کا اظہار ہوا اور نہ ہی انکے خون کا بدلہ لیا حالانکہ یہ چیزیں اس پر واجب تھیں، اسی لئے اہل سنت والجماعت اس واجب اور اسی طرح کے دوسرے امور کی وجہ سے اسے ملامت کرتے ہیں البتہ اسکے دشمنوں نے اس پر اور بہت سے اتہامات کا اضافہ کیا۔

اسکے عہد کا دوسرا عظیم حادثہ حرہ کا ہے کہ جب اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی، اسکے گورنر اور اہل خاندان کو مدینہ منورہ سے نکال بھگایا جسکے کیلئے یزید نے لشکر بھیجا اور حکم دیا کہ تین دن کے اندر اگر اہل مدینہ اطاعت قبول کرلیں تو ٹھیک ورنہ تلوار کے ذریعہ داخل ہوں اور تین دن تک اسمیں [لوٹ مار کو] حلال سمجھو، چنانچہ اسکی فوج تین دن تک مدینہ منورہ میں قتل وغارتگری اور حرام کاموں کا ارتکاب کرتی رہی۔

اسکے بعد یزید نے ایک لشکر مکہ مکرمہ کی طرف بھیجکر اسکا محاصرہ کیا لیکن اسی درمیان اسکی وفات ہوگئی۔

یہ وہ تمام ظلم وزیادتیاں ہے جو اسکی اجازت سے کی گئیں۔

اسکے چند سطور بعد فرماتے ہیں:

چنانچہ علماء مسلمین کے نزدیک یزید ایک بادشاہ ہے جس سے نہ تو صالحین واولیاء جیسی محبت کی جائے گی اور نہ ہی اسے برا بھلا کہا جائے

گا۔ کیونکہ کسی مسلمان کو خاصکر کے اس پر لعنت بھیجنا انکے نزدیک پسندیدہ کام نہیں ہے جیسا بخاری شریف میں حضرت عمر بن الخطاب -رضی اللہ عنہ- نے مروی ہے کہ حمار نامی ایک شخص کثرت سے شراب پیتا تھا اور جب بھی اللہ کے رسول ﷺ کے پاس اسے لایا جاتا اس پر کوڑے برسائے جاتے اس پر ایک شخص نے کہا: اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو، کتنی بار رسول اللہ کے پاس اسی حال میں لایا گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے برا نہ کہو کیونکہ وہ اللہ اور اسکے رسول سے محبت رکھتا ہے[1]۔

جبکہ اہل سنت کی ایک جماعت اسے یعنی یزید بن معاویہ کو ملعون کہنا جائز سمجھتی ہے کیونکہ انکا کہنا ہے کہ اس نے ایسے ظلم وستم کا ارتکاب کیا جسکی وجہ سے ملعون قرار دیا جاسکتا ہے اور اہل سنت کی ایک تیسری جماعت اس سے محبت کو جائز سمجھتی ہے کیونکہ وہ مسلمان تھا صحابہ کے زمانے میں اس نے زمام حکومت سنبھالی صحابہ نے اسکے ہاتھ پر بیعت کی، اور جو برے کام اسکی طرف منسوب کئے جاتے ہیں سب غلط اور بے بنیاد ہیں بلکہ اسکے اندر بہت سی خوبیاں موجود تھیں، اور جو کچھ غلطیاں اس سے سرزد ہوئیں وہ اسکا اپنا اجتہاد تھا۔

لیکن اس بارے میں وہ ہے حق وتحقیق جس پر ائمہ مسلمین ہیں کہ نہ تو اس سے محبت کا دعوی کیا جائے اور نہ ہی اسے سب وشتم کیا جائے۔ کیونکہ اگر وہ فاسق وظالم تھا تو اللہ تعالی فاسق وظالم کو بھی معاف کرتا ہے خاصکر جبکہ اس سے کچھ بڑی نیکیوں کا ظہور ہوا، چنانچہ امام بخاری ؒ نے حضرت ابن عمر -رضی اللہ عنہ- سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: وہ پہلی فوج جو قسطنطیہ پر حملہ کریگی اسے بخش دیا گیا ہے اور وہ پہلی فوج جس نے قسطنطیہ کا رخ کیا تھا اسکا امیر یزید بن معاویہ تھا اور اس فوج میں اسکے ساتھ حضرت ابو ایوب انصاری -رضی اللہ عنہ- بھی موجود تھے۔[2]

اس بحث کے آخر میں حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

بحث کا خلاصہ یہ کہ اس بارے میں خاموشی اختیار کی جائے اور یزید بن معاویہ اور اسکے ذریعہ مسلمانوں کے امتحان وفتنے کا ذکر ہی نہ کیا جائے کیونکہ یہ بدعت اور اہل سنت وجماعت کے طریقے کے خلاف ہے اور اسی وجہ سے بہت سے کم علم حضرات یہ سمجھ بیٹھے کہ یزید صحابی اور بڑے بزرگوں اور عدل پرست بادشاہوں میں سے تھا، جبکہ یہ غلط ہے۔ واللہ اعلم

---

[1] صحیح البخاری: ۶۷۸۰ الحدود

[2] صحیح البخاری یا کسی دوسری کتاب میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی کوئی ایسی روایت مجھے نہیں مل سکی، البتہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کی ایک روایت بخاری شریف وغیرہ میں ضرور موجود ہے جسکے الفاظ ہیں کہ: ''اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لھم'' میری امت کی پہلی فوج جو مدینۂ قیصر پر حملہ کرے گی اسے بخش دیا گیا ہے۔ صحیح البخاری: ۲۹۲۴ الجہاد، الحلیة ۲/۱۲، شرح السنة ۱۴/۲۷ الفضائل۔

امام غزالیؒ کا فتویٰ

امام غزالیؒ سے سوال کیا گیا: جو شخص یزید بن معاویہ -رضی اللہ عنہ- کو لعن وطعن کرتا ہے، کیا وہ فاسق ہے یا اسے اسکی چھوٹ حاصل ہے؟

نیز کیا یزید حضرت حسین -رضی اللہ عنہ- کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا یا اسکا مقصد صرف دفاع تھا؟

اور کیا اسے رحمہ اللہ کہا جاسکتا ہے یا اس بارے میں سکوت بہتر ہے؟

اس شبہ کے ازالے کی زحمت فرمائیں، مہربانی ہوگی۔

اللہ آپ کو اسکا اجر دے۔

حضرت امام غزالیؒ نے جواب میں فرمایا:

کسی مسلمان پر لعنت بھیجنا مطلقا جائز نہیں ہے بلکہ جو کسی مسلمان پر لعنت بھیجے وہ خود ملعون ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: مسلمان لعنت کرنے والا نہیں ہوتا [1]۔

کسی مسلمان پر لعنت بھیجنا کیسے جائز ہوسکتا ہے جبکہ کسی جانور کو بھی ملعون کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے، نیز ایک مسلمان کی حرمت وعزت تو ازروئے حدیث کعبۃ اللہ سے بھی بڑھکر ہے [2]۔

اور یہ امر بھی واضح رہے کہ یزید کا مسلمان ہونا یقینی ہے برخلاف اسکے یہ صحیح طور پر ثابت نہیں ہوسکا کہ اس نے حضرت حسین -رضی اللہ عنہ- کو شہید کیا ہو یا شہید کرنے کا حکم دیا ہو یا انکے قتل پر راضی ہوا ہو، اسلئے جو چیز اس سے ثابت نہ ہو اس بارے میں اس سے متعلق وہم وگمان سے کام لینا جائز نہیں ہے کیونکہ کسی مسلمان کے بارے بدگمانی رکھنا حرام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اجتنبوا كثيرا من الظن ان بعض الظن اثم﴾ الحجرات: ۱۲

بہت زیادہ بدگمانی سے بچو کیونکہ بعض بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں۔

اور اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مسلمان کا خون اسکا مال، اسکی عزت اور اسکے بارے میں بدگمانی کو حرام قرار دیا ہے [3]۔

اور جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ یزید نے حضرت حسین -رضی اللہ عنہ- کے قتل کا حکم دیا یا اس پر راضی ہوا اسکے بارے میں جاننا چاہئے کہ وہ حد درجہ کا بے وقوف اور جاہل ہے۔ اسلئے کہ جو اپنے زمانے کے بڑے، بادشاہوں اور وزیروں کے بارے میں اگر جاننے کی کوشش کرے کہ

---

[1] مسند احمد ۱/۴۰۴، سنن الترمذی: ۱۹۷۷ البر، مستدرک الحاکم ۱/۱۲، بروایت ابن مسعود، دیکھئے الصحیحۃ للألبانی: ۳۲۰۔

[2] سنن الترمذی: ۲۰۳۲ البر عن سنن ابن ماجہ: ۳۹۳۲ الفتن عن ابن عمرو، دیکھئے ضعیف الجامع: ۵۰۰۸۔

[3] دیکھئے الرسالۃ للامام الشافعی ص۵۱۴ البتہ اسمیں لفظ ''عرض'' [عزت] موجود نہیں ہے اور نہ ہی کسی اور کتاب میں یہ حدیث مل سکی ہے۔ واللہ اعلم۔

اسکےقتل کا کس نے حکم دیا،کون اسکےقتل پر راضی ہوا،کون اور کون اسے اچھا نہیں سمجھتا تو یہ معلومات بہت ہی مشکل ہیں حالانکہ مقتول اسکے قریب اور اسکے زمانے میں ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس حادثہ کی حقیقت کو جان لیا جائے جو دور دراز شہر اور گزرے ہوئے زمانے میں پیش آیا ہو،اب سوچیں کہ زیر بحث جس پر تقریبا چار سو سال گذر چکے ہیں اور وہ ہم سے بہت دور مقام پر پیش آیا ہے،اس بارے میں کوئی یقینی علم ہمیں کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟واضح رہے کہ اس حادثہ میں تعصب کا بہت بڑا دخل ہو چکا ہے،دونوں طرف سے مختلف قسم کی باتیں کثرت سے مشہور ہیں اسلئے اس معاملہ کی حقیقت قطعاً نہیں جانی جاسکتی اور جب حقیقت نہیں جانی جاسکے تو یہ واجب ہے کہ جہاں تک اسکی گنجائش نکل سکے ہر مسلمان کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے۔

علاوہ ازیں اگر کسی مسلمان کے بارے میں یہ یقین کے ساتھ معلوم بھی ہو جائے کہ اسنے کسی مسلمان کو قتل کیا ہے تو بھی اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ وہ کافر نہیں کیونکہ قتل کفر نہیں ہے بلکہ گناہ ہے اور جب قاتل مرگیا تو ممکن ہے کہ توبہ کے بعد مرا ہو۔پھر کافر جب اپنے کفر سے تائب ہو جائے اسپر لعنت جائز نہیں تو قتل سے توبہ کرنے والے پر لعنت کیسے جائز ہوسکتی ہے اور ہمیں یہ معلوم نہیں کہ حضرت حسین-رضی اللہ عنہ-کا قاتل بغیر توبہ کے مرا ہو ﴿وهو الذی یقبل التوبة عن عباده﴾ الشوریٰ:۲۵

اسلئے کسی بھی مسلمان میت پر لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے اور جو اسپر لعنت بھیجتا ہے وہ فاسق اور اللہ تعالی کا نافرمان ہے،اور اگر یزید پر لعنت جائز بھی ہو اور کوئی شخص زندگی پھر اس پر لعنت نہ بھیجے تو بھی باجماع امت گنہگار نہ ہوگا،حتی کہ اگر کوئی شخص ساری زندگی ابلیس لعین پر بھی لعنت نہ بھیجے تو بروز قیامت اس سے یہ سوال نہ ہوگا کہ تم نے ابلیس کو ملعون کیوں نہ قرار دیا۔البتہ لعنت بھیجنے والے سے یہ ضرور سوال ہوگا کہ تم نے فلاں شخص کو کس بنیاد پر ملعون کہا ہے اور تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ شخص ملعون اور اللہ کی رحمت سے دھتکارا ہوا ہے؟ کیونکہ ملعون کے معنی ہیں ''اللہ کی رحمت سے دوری'' اور یہ غیب کا مسئلہ ہے جسے صرف کافر کے بارے میں یقینی طور پر جانا جاسکتا ہے کیوں کہ ازروئے شرع یہ بات واضح ہے کہ کافر اللہ کی رحمت سے دور اور دھتکارا ہوا ہے۔

اسلئے یزید کو رحمہ اللہ کہنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب اور بہتر ہے اور ہماری ہر نماز کی دعا ﴿اللهم اغفر لی وللمؤمنین والمؤمنات﴾ کے ضمن میں وہ آتا ہے کیونکہ وہ مسلمان ومومن تھا [1]۔ واللہ اعلم

ازقلم :الغزالی

ترجمہ : مقصود الحسن فیضی

۱۴۰۷/۱۰/۲۱ھ

---

[1] وفیات الاعیان لابن خلکان ۹۸۲،۲۸۸/۳ فوات الوفیات للکتبی ۳۳۰،۳۲۹/۴